بیاد یارِ قدیم

ابن الانور سید محمد ازہر شاہ قیصر دیوبند
کا مکتوب بنام فاضل رشیدی

مرحوم مفتی ضیاء الحسن لدھیانوی مغفور

"الرشید" جامعہ رشیدیہ نیز ہندوستان کے ایک اخبار میں اپنے رفیقِ قدیم مفتی ضیاء الحسن لدھیانوی کے انتقال کی خبر پڑھی۔ مفتی صاحبؒ کا جو خاندان پاکستان میں ہے اس کے اکثر افراد سے ہماری واقفیت ہے مگر ہمیں ان کے پتے معلوم نہیں۔ اس لئے ان حضرات سے تعزیتِ مسنونہ پیش کرنے کا طریقہ یہی مناسب ہوا کہ الرشید میں چند تعزیتی سطور لکھیں۔

مفتی ضیاء الحسنؒ لدھیانہ کے مشہور مجاہد خاندان کے ایک فرد تھے۔ اس خاندان میں حضرت مولانا عبدالقادرؒ، حضرت مولانا محمد جیسے بزرگ گذرے ہیں جنہوں نے انگریز کے خلاف عملاً بغاوت کی اور جہادِ اسلامی میں بذاتِ خود شریک ہوئے اس خاندان کے بعد کے بزرگوں میں حضرت مولانا محمد زکریاؒ (والد ماجد مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ) مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ مفتی عبدالحمید، مولانا مفتی ضیاء الحسنؒ یہ سب دیوبند کے فاضل اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کے شاگرد تھے سب سرفروش مجاہد تھے۔ جنگِ آزادی کے شریک اور مسلمانوں کی قومی اور سیاسی تحریکات کے علمبردار تھے۔

میرے والد محترم حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے ان سب بزرگوں سے نہایت قریبی اور مخلصانہ تعلقات تھے والد ماجد اور احقر بار بار لدھیانہ جاتے اور ان سب بزرگوں اور عزیزوں کی محبت اور یگانگت سے محظوظ اور مستفید ہوتے والد ماجد کے تعلقات اس خاندان سے کس درجہ مخلصانہ تھے اس کا اندازہ اس واقعہ سے فرمائیے:

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ ایک دفعہ گجرات جیل میں تھے۔ حضرت والد ماجدؒ اپنے چار رفقاءِ سفر کے ساتھ لدھیانہ میں حضرت مولانا حبیب الرحمٰنؒ کے مکان پر پہنچے۔ ان کے مردانہ مکان میں جھاڑو لگی ہوئی نہیں تھی۔ حضرت نے اپنے رفقاء سے فرمایا کہ گھر میں سے جھاڑو منگاؤ اور صفائی کرو۔ اندر سے حضرت مولانا حبیب الرحمٰنؒ کی اہلیہ نے فرمایا کہ حضرت آپ یہ تکلیف نہ کریں اسپر حضرت نے فرمایا اس میں کیا مضائقہ ہے ہم تو اپنے گھر آئے ہیں۔ گھر کا انتظام کرنا ہمارا فرض ہے۔

ابا جیؒ کی تدفین و تکفین میں اس خاندان کے مرد و عورت سب شریک تھے جو دن کے دن لدھیانہ سے دیوبند پہنچے۔

تقسیم کے بعد حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ دہلی میں مقیم رہے۔ احقر بار بار مولانا کی خدمت میں حاضر ہوتا اور وہ اپنی شفقت و محبت سے مجھے نوازتے۔ اس زمانہ میں حضرت مولاناؒ نے آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن دہلی میں میرے لئے ایک مناسب ملازمت کی تجویز فرمائی مگر مولانا حفظ الرحمٰنؒ اور مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی کی رائے سے رسالہ "دارالعلوم" کی ادارت پر میں مامور ہو چکا تھا اس لئے دہلی کا یہ قصہ نظر انداز ہوا۔

مفتی ضیاء الحسنؒ لدھیانوی ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۰ء تک دار العلوم میں بسلسلۂ تعلیم مقیم رہے۔ وہ دیوبند آنے سے پہلے لدھیانہ میں میٹرک پاس کر چکے تھے اور اپنے والد مرحوم حضرت مولانا مفتی نعیم صاحبؒ کے مدرسہ محمودیہ میں عربی کی کافی کتابیں نکال چکے تھے۔ دیوبند کے زمانۂ تعلیم میں شب و روز ان کے ساتھ گذرتے تھے۔ وہ درس نظامی کی تعلیم میں مجھ سے کچھ آگے تھے اور میں ذرا پیچھے تھے۔ شعر و ادب، صحافت و سیاست، مجلس آرائی، کھیل کود، تقریر و تحریر ہر چیز میں ایک دوسرے کے ساتھ تھے وہ دور میری مضمون نگاری، شاعری اور صحافت کا ابتدائی دور تھا۔ مرحوم مفتی ضیاء الحسن اکثر مضامین کے لئے مجھے کتابوں سے مواد فراہم کر کے دیتے، اپنے مناسب مشوروں سے میری رہنمائی کرتے اور میرے مضامین کے مسودات صاف کرتے اور اس زمانے میں متحدہ پنجاب کے ادبی اور دینی رسائل، اختر شیرانی کے رومان، علامہ تاجور نجیب آبادی کے شاہکار۔ حکیم یوسف حسن کے نیرنگ خیال۔ رسالہ سہاگ۔ رسالہ حور۔ رسالہ واعظ، جالندھر کے رسالوں پیام اسلام۔ مسلم۔ نور۔ لاہور کے اخبارات زمیندار، احسان، انقلاب، شہباز، نوائے پاکستان، آزاد وغیرہ میں سینکڑوں کی تعداد میں میرے مضامین شائع ہوئے جالندھر کے مولانا عبد الحق عباسی۔ محمد احمد خاںؒ ذاکر۔ حفیظ جالندھریؒ۔ محمد علی آوارہ جالندھریؒ۔ افضل جالندھریؒ۔ سید فیض جالندھریؒ لدھیانہ کے تم حسن لطیفیؒ۔ فیض لدھیانوی۔ غازی عبد العزیزؒ وغیرہ سب سے جان پہچان تھی۔ بہت سوں سے خط و کتابت تھی۔ مفتی ضیاء الحسن میرے ان سب تعلقات اور میری سرگرمیوں میں شریک رہا کرتے تھے۔

۱۹۴۰ء میں وہ دار العلوم دیوبند سے فارغ ہو کر لدھیانہ چلے گئے اور وہاں مدرسۃ البنات اور مدرسہ محمودیہ کی عملی سرگرمیوں میں شریک رہے۔ ادھر ان کی سیاسی مصروفیتیں بھی کافی بڑھ گئی تھیں۔ تقسیم کے وقت اس مجاہد خاندان کی پوری زندگی انقلاب کی نذر ہوئی اور مفتی ضیاء الحسنؒ پاکستان کے شہر ساہیوال میں جا بسے۔ پاکستان میں اکثر میری ان سے خط و کتابت رہی لیکن افسوس ہے کہ اس ۳۵، ۳۶ سال کے عرصہ میں کبھی ملاقات کی نوبت نہیں آئی۔ اب اپنے برادر مخلص اور رفیق قدیم کی وفات کی خبر سن کر دل مایوسیوں کے سمندر میں ڈوب گیا۔

؎ مصائب اور بھی تھے پر دل کا جانا   عجب اک سانحہ سا ہو گیا

میری عمر اب ۶۲ سال کے قریب ہے۔ مفتی ضیاء الحسنؒ مجھ سے چار پانچ سال بڑے تھے خیال ہے کہ انہوں نے ۶۶، ۶۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔ میں ہند و پاکستان میں ان کے سب افراد خاندان کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتا ہوں حق تعالیٰ مرحوم کو آخرت کی نعمتوں سے نوازے ۳۶ء سے ۴۰ء تک دار العلوم دیوبند میں ہم لوگوں کی جو ایک دوستانہ مجلس قائم تھی اسکی ایک شخصیت ہمارے دوست قاری محمد نعمان صاحب بھی ہیں جو مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاویؒ سابق شیخ الحدیث دار العلوم کے فرزند ہیں۔ ہم سب اس زمانہ میں یکے از بانیان پاکستان حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی مجلسوں میں بھی حاضر رہا کرتے تھے گردش وقت سے اب قاری محمد نعمان صاحب بھی شدید علیل ہیں۔ دار العلوم میں پچھلے برس ہمارا ان کا ساتھ چھوٹ گیا وہ دار العلوم میں بدستور موجود ہیں اور ہم دار العلوم سے باہر آ گئے لیکن ان سے ہمارے برادرانہ مراسم بدستور ہیں۔ ●

شاہ منزل، محلہ خانقاہ

دیوبند